کشمیری شاعری میں جو مواد میر سیف الدین نے چھوڑا ہے وہ چھپ چکا ہے البتہ عربی شاعری کے سارے نمونے میسر نہیں ہیں کشمیری زبان میں ان کی مشہور مثنوی وامق عذرا کے حاشیہ پر ایک عربی مناجات اور ایک نعت موجود ہے۔ دونوں نظموں کے مجموعی اشعار تینتیس ۳۳ ہیں بمونۂ کلام درج ذیل ہے:

کریم تنصر المستنصر بینا — رحیمی تستر المستغفر بینا
لك الافضال والاکرام والبر — لك الاحسان والانعام فاغفر
غفور التائبین اغفر ذنوبی — وغنّی بالندم فرج کروبی
اجرنی یا مجیر المستجیرین — وحزنی یا نصیر المستخیرین
تفضّل یا وحید أبا التعزّز — کریم الصفح یا حسن التجاوز
تقبل بالتولّی طیّباتی — وبالاحسان کفّر سیّئاتی
اعذنی ربّ من شرّ الشیاطین — وصُن بالذّب من کرّ الشیاطین
بتقواك الکفایة والسلامة — بزلفاك الولایة والامامة

نعتیہ نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

حبیبی أبطحیٌ یثربیٌ — قریشیٌ نبیٌّ ھاشمیٌّ
نبیٌ نوّر الدنیا محیّاہ — صفیٌّ عطّر الاکوان ریّاہ
امام الانبیاء والاتقیاء — ھمام الاصفیاء والاولیاء
رسولٌ سابق للخلق نورہ — وصول رحمة عظمیٰ ظھورہ
خلیل اللہ تعظیماً وقدرا — دلیل اللہ تکریما وصدرا[۱]

---

[۱] وامق عذرا: ص ۲ (حاشیہ) مطبوعہ سرینگر۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے دو نادر خط

پروفیسر محمد اسلم، شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

گذشتہ دنوں مجھے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے بانی ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا[1]۔ انھوں نے مجھے اپنے برادر بزرگ ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی مرحوم کے نوادرات اور ذاتی کاغذات دکھائے تو ان میں مولانا ابو الکلام آزادؒ کے دو خط بھی موجود تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے انھیں نقل کر لیا اور اب ان ہی کے شکریہ کے ساتھ انھیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

مکتوب الیہ :-

مولانا آزادؒ کے مخاطب ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی ۱۸۸۸ء میں سیالکوٹ کے ایک نواحی گاؤں "پورہ ہیراں" میں پیدا ہوئے[2]۔ ان کے والد بزرگوار چوہدری غلام علی بھٹہ (م ۱۹۲۷ء) اسکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں انگریزی اور سائنس کے استاد تھے اور انھیں علامہ اقبال مرحوم کے استاد مولوی میر حسن (م ۱۹۲۹ء) سے تلمذ تھا۔

---

[1] بھٹہ جاٹوں کی ایک مشہور گوت ہے۔

[2] اب یہ گاؤں سیالکوٹ کی میونسپل حدود میں شامل ہو چکا ہے۔

شیدائی صاحب کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم سیالکوٹ میں ہوئی اور انھوں نے ۱۹۱۴ء میں انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ طالب علمی کے زمانے ہی میں انھوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کردی اور اسی زمانے میں ان کا تعارف مولانا شوکت علی (م ۱۹۳۸ء) اور سر محمد شفیع (م ۱۹۳۲ء) سے ہوا۔ مولانا شوکت علی کی تحریک پر ہی انھوں نے "انجمن خدام کعبہ" کی رکنیت قبول کی اور کعبۃ اللہ کے شیدائی ہونے کی وجہ سے انھیں "شیدائی" کا لقب ملا۔

۱۹۱۷ء میں شیدائی صاحب نے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ اس زمانے میں برصغیر کی سیاست زوروں پر تھی۔ ہر مسلمان نوجوان ترکی جاکر انگریزوں کے خلاف لڑنے کا خواہشمند تھا۔ جنگ عظیم کے دوران گورنمنٹ کالج لاہور سے کئی طلبہ ترکی جانے کی خواہش میں کابل پہنچ گئے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے مشن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کابل تشریف لے گئے۔[۱]

شیدائی صاحب نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا لیکن ہری پور ہزارہ کے ایک خان نے انھیں آگے جانے سے روک دیا۔ دوسری بار جب وہ کابل جانے کے لیے گھر سے نکلے تو بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور موصوف کو کچھ دیر کے لیے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ جب مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (م ۱۹۲۶ء) نے ہجرت کا فتویٰ دیا تو ہزاروں کی تعداد میں مسلمان افغانستان کی طرف چل دیے۔ انہی مہاجرین کے ساتھ شیدائی صاحب بھی کابل پہنچ گئے۔ ان کی آمد سے قبل ہی راجہ مہندر پرتاپ اور مولانا سندھی مرحوم "حکومت موقتہ ہند" تشکیل کرچکے تھے اور تمام اہم عہدوں پر مختلف اصحاب کا تقرر ہوچکا تھا۔ اس لیے شیدائی صاحب کو محکمہ جات مواصلات وجنگ کا نائب وزیر مقرر کیا گیا۔[۲]

---

۱ ظفر حسن ایبک، آپ بیتی، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ج ۱، ص ۹۲۔
۲ اقبال شیدائی، روزنامہ امروز لاہور، بابت ۸ مئی ۱۹۶۶ء

کابل میں قیام کے دوران میں شیدائی صاحب ایک خاص مشن پر تاشقند بھیجے گئے واپسی پر وہ تاشقند میں مقیم ہندوستانی طلبہ کو سمجھا بجھا کر کابل لے آئے۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء میں جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ ماسکو روانہ ہوئے تو شیدائی صاحب بھی ان کے ہمرکاب تھے[1]۔ ماسکو پہنچتے ہی انھیں ترکی سفارت خانہ سے پاسپورٹ مل گیا اور موصوف ۱۶ مارچ کو انقرہ پہنچ گئے۔

اس وقت تک ترکی میں انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک خلیفۃ المسلمین کے اختیارات سلب کر چکا تھا اور اب وہ خلافت ہی کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ شیدائی صاحب جیسے اسلامی اقدار کے علمبردار اور خلافت کے حامیوں کے لیے ترکی میں رہنا مشکل تھا۔ انھیں ترک حکام نے یہ بتادیا کہ اتاترک ان جیسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا[2]۔ چند روز بعد انھیں ترکی سے، جس کی حمایت میں انھوں نے اپنا گھربار چھوڑا تھا، اخراج کا حکم ملا اور شیدائی صاحب فرانس ہوتے ہوئے ۱۰ جون ۱۹۲۳ء کو روم پہنچ گئے۔

حکیم محمد اجمل خاں مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مولوی برکت اللہ بھوپالی جیسے احباب کے مشورہ پر شیدائی صاحب نے تجارت شروع کی اور وہ عرب ملکوں کے ساتھ کاروبار کرنے لگے۔ تجارت میں مشغولی کے باوجود وہ اپنے اصل مقصد سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے۔ دنیائے عرب اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے اور ان میں سے جو بھی یورپ کی سیر کو جاتا تو شیدائی صاحب کو شرف میزبانی بخشتا۔

---

[1] ظفر حسن ایبک، آپ بیتی، مطبوعہ لاہور اشرف پریس، ج ۱، ص ۲۵۵

[2] اقبال شیدائی، روزنامہ امروز لاہور، بابت ۹ ستمبر ۱۹۷۳ء

۱۹۳۶ء میں شیدائی صاحب نے شارلوت نامی ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کرلی اور اس کا اسلامی نام بلقیس رکھا۔ ۱۹۳۸ء میں ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ جس کا نام شیریں تجویز ہوا۔ اس بچی نے ڈینٹل سرجری کی تعلیم پائی اور ان دنوں جنوبی فرانس میں مقیم ہے۔[۱]

دوسری عالمی جنگ کے آغاز سے قبل ہی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر شیدائی صاحب کو فرانس سے اخراج کا حکم ملا۔ موصوف فرانس سے سوئٹزرلینڈ چلے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں سے بھی نکالے گئے۔ جنگ کا زمانہ انھوں نے اٹلی میں گذارا جہاں وہ انگریزوں کے خلاف ریڈیو سے پروگرام نشر کیا کرتے تھے۔ حکومتِ اٹلی نے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انھیں ایک بڑے سول اعزاز سے نوازا۔[۲]

جنگ کے خاتمے پر جب پنڈت جواہر لعل نہرو کی قیادت میں برصغیر میں عبوری حکومت قائم ہوئی تو شیدائی صاحب نے وطن واپس آنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے پنڈت جی سے اس موضوع پر بات چیت کی تو پنڈت جی کے زور دینے پر برطانوی حکومت نے انھیں پاسپورٹ جاری کر دیا۔[۳]

قیامِ پاکستان کے بعد شیدائی صاحب اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کراچی پہنچے اور وہاں مختصر سے قیام کے بعد اپنے وطن سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں عوام نے اس انقلابی مجاہد کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔

---

[۱] گلزار احمد اعوان، ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی کے احوال و آثار، تحقیقی مقالہ مخزونہ لائبریری شعبۂ تاریخ، جامعہ پنجاب، ص ۷۶۔

[۲] ایوارڈ مملوکہ ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ۔

[۳] مکتوب مولانا آزاد، بنام اقبال شیدائی۔

پاکستان میں قیام کے دوران میں انھوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کی۔ ایک بار انھوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ جس زمانے میں اسکندر مرزا، سکریٹری وزارت دفاع کے عہدہ پر فائز تھے، انھوں نے اسلحہ کی خریداری میں دھاندلی کا ارتکاب کیا۔ شیدائی صاحب نے اس کی اطلاع خان لیاقت علی خان کو دی۔ اسکندر مرزا اسی دن سے ان کا مخالف ہوگیا اور جب اس نے گورنر جنرل کی حیثیت سے عنانِ اقتدار سنبھالی تو اس نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کردیے۔ ایک دوست کی عنایت سے شیدائی صاحب کو بروقت اس کارروائی کی اطلاع مل گئی اور وہ چپکے سے اٹلی روانہ ہوگئے۔[۱]

اٹلی میں قیام کے دوران میں انھوں نے ٹیورن یونیورسٹی میں اردو پڑھانا شروع کی۔ اگست ۱۹۶۵ء میں موصوف پاکستان لوٹ آئے اور سیاست سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی کرلی۔

لاہور میں اُن کا قیام اپنے بھانجے چوہدری عبدالرحمٰن بھٹہ کے ہاں تھا۔ آخری عمر میں انھیں دل کا عارضہ لاحق ہوا اور ۱۳ جنوری ۱۹۷۴ء کو وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ راقم الحروف کو ان سے کئی بار ملنے اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ شیدائی صاحب لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب[۲] میں راقم الحروف کے والد بزرگوار کی قبر سے بمشکل چھ سات گز کے فاصلہ پر محوِ خواب ابدی ہیں اس لیے اکثر ان کی قبر کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اللھم اغفر لہٗ وارحمہ۔

---

[۱] ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ، "ڈاکٹر اقبال شیدائی" غیر مطبوعہ۔

[۲] اس قبرستان کے وسط میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ اور ان کے صاحبزادوں کے استاد شیخ محمد طاہر لاہوریؒ (م ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) دفن ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے اس قبرستان کو شہرت ملی۔

مکتوب اول

نمبر ۱۱ بالی گنج، سرکلر روڈ، کلکتہ
۱۲ر اگست ۲۶ء

عزیزی!

السلام علیکم۔ عرصہ سے آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ حکیم صاحب[1] سے آپ کے حالات معلوم ہوئے تھے۔ اب انھوں نے آپ کے تازہ مراسلات دکھائے اور مسٹر جواہر لال نہرو کے خطوط سے بھی آپ کی ملاقات کا حال معلوم ہوا[2]۔ افسوس ہے کئی سال سے ارادۂ سفرِ یورپ کا کر رہا ہوں اور موفق نہیں ہوتا تین سال تک پاسپورٹ نہیں ملا۔ گذشتہ سال ملا تو مسٹر داس[3] کے انتقال کی وجہ سے سفر رک گیا۔ اب بشرطِ زیست ارادہ ہے کہ آئندہ اپریل میں روانہ ہو جاؤں۔ آپ کے خطوط سے معلوم ہوا کہ مولانا[4] بھی وہیں ہیں۔ میرا اسلام پہنچا دیں۔ امیر شکیب ارسلان[5] سے اگر ملاقات ہو تو انہیں بھی سلام شوق پہنچا دیں۔ حالات کے تغیرات نے افکار و مقاصد اور طرق و وسائل میں بھی تبدیلیاں کر دی ہیں۔

آپ کا جواب آئے تو تفصیل سے کام لوں۔

ابوالکلام

مکتوب دوم

Savoy Hotel.
Mussoorie.

مسوری
۱۴ر ستمبر ۴۶ء

عزیزی!

دونوں خط وصول ہوئے۔ میں کل دہلی واپس جا رہا ہوں۔ وہاں جواہر لال سے گفتگو کروں گا۔ لیکن آپ کی واپسی کے لیے اب کسی کارروائی کی ضرورت نہیں ہے۔ حالات

بدل چکے ہیں اور آپ پورے اطمینانِ خاطر کے ساتھ ہندوستان واپس آسکتے ہیں۔
ہمالہ ریڈیو کی صدائیں کئی بار میں نے سنی تھیں۔ وقتاً فوقتاً یورپ سے آنے والے آپ کی ملاقات کا ذکر کرتے رہے۔ جواہر لال نے بھی ذکر کیا تھا۔ بہرحال سعی و طلب کا ایک دور تھا جو گذر چکا۔ اس کی داستانیں مستقبل کے لیے عبرت کا سروسامان بن گئی۔ اب جس قدر جلد ممکن ہو ہندوستان پہنچ جائیے اس لیے کہ تمام خدّامِ وطن کے لیے وہ وقت آگیا جب انھیں پھر از سرِ نو وطن کا رخ کرنا چاہیے۔ والسلام علیکم۔

ابوالکلام

تعلیقات

۱؎ یہاں حکیم صاحب سے حکیم محمد اجمل خاں (۱۸۶۳ء — ۱۹۲۷ء) مراد ہیں حکیم صاحب ۱۹۲۵ء کے اواخر میں بحالی صحت کے لیے یورپ تشریف لے گئے تھے۔ اسی زمانے میں شیدائی صاحب سے ان کے تعلقات قائم ہوئے اور دونوں میں خط وکتابت کا آغاز ہوا جو حکیم صاحب کی وفات تک جاری رہی۔ شیدائی صاحب کے مجموعۂ نوادرات میں حکیم صاحب کے آٹھ خط محفوظ ہیں۔

۲؎ پنڈت جواہر لال نہرو ۱۹۲۶ء میں یورپ میں تھے۔ مولوی برکت اللہ بھوپالی نے ۱۵ اپریل ۱۹۲۶ء کو برلن سے شیدائی صاحب کو خط بھیجا جس میں پنڈت جی کی یورپ میں موجودگی کی ان کو اطلاع دی اور اس کے ساتھ ہی انھیں اٹلی بلانے اور ان کے اعزاز میں تقریب منعقد کرنے کی بھی درخواست کی گئی تھی۔ شیدائی صاحب نے ۱۰ جون ۱۹۲۶ء کو میلان کے ایک قہوہ خانے میں پنڈت جی کو استقبالیہ دیا۔ پنڈت جی اور شیدائی صاحب کی دوستی ہوگئی۔ اس کا ذکر پنڈت جی نے مولانا آزادؒ کے نام اپنے خطوط میں کیا ہوگا، جس کی طرف مولانا آزادؒ نے اپنے مکتوب مرغوب میں اشارہ فرمایا ہے۔ شیدائی صاحب کے مجموعۂ نوادرات میں پنڈت جی کے کئی خط محفوظ ہیں۔

۵۳ دیش بندھو سی، آر، داس کا شمار کانگریس کے چوٹی کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ وہ اصلاً بنگالی اور پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھے۔ ان کی ہزاروں روپے روزانہ آمدنی تھی اور وہ شہزادوں جیسی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ جب برصغیر میں ترک موالات کی تحریک چلی تو انھوں نے بھی انگریزی عدالت کا بائیکاٹ کر دیا اور اپنی جائداد قومی کاموں کے لیے وقف کر دی۔ سی، آر، داس ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۵ء تک کانگرس پر چھائے رہے، حتیٰ کہ گاندھی جی بھی اس زمانے میں ان کے زیر اثر تھے۔

آخری عمر میں موصوف کلکتہ کے میئر اور بنگال کانگریس کے صدر رہے۔ انھوں نے نوجوانوں میں بیداری کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا۔ اس سے ان کی صحت خراب ہوگئی اور وہ ۱۶ جون ۱۹۲۵ء کو دارجیلنگ میں انتقال کر گئے۔ ان کی وفات سے بنگال کی سیاست میں خلا پیدا ہو گیا جو مدت تک پُر نہ ہو سکا۔

۵۴ یہاں مولانا سے برکت اللہ بھوپالی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ بھی۔ شیدائی صاحب کے مجموعہ نوادرات میں مولانا سندھی کا ایک خط موجود ہے جو انھوں نے ایک اطالوی بحری جہاز سے شیدائی صاحب کے نام میلان روانہ کیا تھا۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مولانا سندھی اس زمانے میں اٹلی میں تھے اور یہاں مولانا سے وہی مراد ہو سکتے ہیں۔

۵۵ امیر شکیب ارسلان کا شمار موجودہ صدی کے نصفِ اول کے نامور مسلمان مفکروں، مؤرخوں، مصلحین اور انشا پردازوں میں ہوتا ہے۔ موصوف ۱۸۶۹ء میں لبنان کے ایک قصبے شویفات میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بیروت میں اور اعلیٰ تعلیم مصر میں حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ کے آغاز میں انھوں نے ترکی کی حمایت میں بڑا کام کیا۔ ۱۹۲۵ء میں موصوف برلن سے جنیوا چلے آئے اور یہیں ان کا رابطہ حکیم اجمل خاں اور برصغیر کے نامور رہنماؤں سے ہوا۔ انھوں نے "لانیشن عرب" کے نام سے فرانسیسی